*ڈاکٹر عبدالغنی

مولینا فخرالدین علی صفی

مولینا حسین واعظ کاشفی ادب فارسی میں انوار سہیلی اور اخلاق محسنی کے مصنف کی حیثیت سے غیر فانی شہرت کے مالک ہیں ۔ اسی طرح جواھر التفسیر اور مواہب علیہ کی وجہ سے علمائے دین انہیں ایک مفسر کے طور پر اچھی طرح سے جانتے ہیں ۔ علاوہ ازیں ہرات کے در و دیوار سے آج بھی ان کے لحن داؤدی کی گونج سنائی دیتی ہے اور جب واعظ کا لفظ زبان پر آتا ہے تو توجہ بےساختہ مولینا حسین الواعظ کاشفی کی طرف منعطف ہو جاتی ہے ۔ وہ ایک بہت بڑے ادیب ، بینظیر واعظ اور اعلیٰ درجہ کے مفسر تھے ۔ اس لیے اہل علم انہیں کبھی بھی نہیں بھول سکتے ۔ لیکن ان کی شہرت کا طنطنہ اس قدر جاذب توجہ ہے کہ بہت کم اصحاب کو اس بات کا علم ہوگا کہ ان کے فرزند ارجمند مولینا فخر الدین علی صفی بھی اپنے علم و فضل اور فقر و تصوف کی بنا پر یگانۂ روزگار تھے اور ایک مصنف کی حیثیت سے فارسی دان انھیں کبھی نہیں بھلا سکتے ۔

مولینا حسین واعظ بیہق[1] کے رہنے والے تھے۔ پہلے کافی عرصہ تک اپنے وطن کے قریب نیشا پور میں واعظ کے طور پر ان کا قیام رہا ۔ رضا قلی ہدایت[2] ریاض العارفین میں رقمطراز ہیں کہ ''مولینا حسین مدتھا در نیشاپور موعظہ می کرد'' ۔ بعد میں وہ ہرات چلے گئے ۔ میر نظام الدین علی شیر نوائی نے اپنا مشہور تذکرہ مجالس النفایس[3] ۸۹۶ھ میں تصنیف کیا ہے ۔ اس میں وہ لکھتے[4] ہیں کہ مولینا حسین واعظ کاشفی بیس سال سے شہر ہرات میں مقیم ہیں ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مولینا ۸۷۶ھ سے پہلے نیشا پور میں تھے ۔ قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ مولینا علی صفی یہیں نیشا پور میں پیدا ہوئے ۔ خواجہ عبید اللہ احرار کی خدمت میں جب پہلی بار علی صفی ۸۸۹ھ میں حاضر ہوئے[5] ہیں تو ان کی[6] عمر ۲۲ سال تھی ۔ اس طرح ان کا سال ولادت ۸۶۷ھ بنتا ہے ۔ اور چونکہ ان کے والد ۸۷۶ھ سے پہلے ایک طویل عرصہ سے نیشا پور میں سکونت پذیر تھے، اس لیے یہی شہر ان کا مولد نظر آتا ہے ۔ مولینا حسین واعظ کی

---

* مدیر اردو دائرۂ المعارف اسلامیہ ، جامعہ پنجاب ، لاہور

۱- علی صفی ، لطایف الطوایف ، قلمی ، ص ۱ ب

۲- رضا قلی ہدایت ، ریاض العارفین

۳- مجالس النفایس ، دیباچہ ص ہ ، ادبیات ایران بعہد مغولان ، ص ۶۲

۴- علی شیر نوائی ، مجالس النفایس ، ص ۲۶۸

۵- ریو، بحوالۂ رشحات ، ص ۳۵۴ الف

۶- علی صفی ، رشحات ، ص ۳۳۰

شادی کے متعلق رضا قلی ہدایت لکھتے[1] ہیں : ''در ہرات با مولینا جامی ملاقات کرد و مصاہرت جامی را پذیرفت و مولینا فخرالدین علی ازو متولد شد۔'' لفظ ملاقات ظاہر کرتا ہے کہ نیشا پور رہتے ہوئے ہرات جانے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ وہاں عارف جام نے ان کے علم و فضل سے متاثر ہو کر اپنی لڑکی ان کے حبالۂ عقد میں دے دی ہوگی۔ اس تمام بیان سے پتہ چلتا ہے کہ مولینا علی صفی ۸۶۷ھ میں غالباً نیشاپور میں متولد ہوئے۔ عہد طفلی کے نو برس انھوں نے وہیں گزارے اور پھر ۸۷۶ھ میں اپنے والد کے ساتھ ہرات چلے گئے اور ننھیال رہنا شروع کیا۔

نیشاپور میں رہتے ہوئے علی صفی جن لوگوں سے متأثر ہوئے ان کے متعلق یقینی طور پر کچھ بھی معلوم نہیں۔ لیکن چونکہ وہاں ابھی ان کا کمسنی کا زمانہ تھا اور زیادہ تر گھر کی چار دیواری میں وقت گزرتا تھا، والدہ کے اثر کی وجہ سے ننھیال کی محبت دل میں پیدا ہوگئی ہوگی اور بالخصوص مولینا جامی سے عقیدت کا جذبہ نمودار ہوا ہوگا کیونکہ اسی محور کے گرد حیات صفی گھومتی نظر آتی ہے۔ علی صفی جب اپنے والد کے ساتھ ہرات سے چلے گئے تو محبت اور عقیدت کے اس جذبے کو پنپنے کا اور بھی زیادہ موقع ملا کیونکہ دور رہتے ہوئے جس بزرگ سے ملاقات کی تمنا دل میں رہتی تھی وہ محبت و شفقت اور صدق و صفا کا پیکر اب ہر وقت آنکھوں کے سامنے تھا۔ علی صفی مولینا عبدالرحمن جامی کو ہر طرح اپنے لیے قابل تقلید سمجھتے تھے اور ان کا بیحد احترام کرتے تھے۔ اپنی تصنیفات میں علی صفی مولینا جامی کو حضرت مخدومی کہ کر پکارتے ہیں۔

مولینا عبدالرحمن[2] جامی علی کو اپنا لخت جگر سمجھتے تھے اور انھیں اتنا ہی عزیز خیال کرتے تھے جتنا اپنے بیٹوں کو۔ ۸۸۱ھ میں مولینا جامی کا ایک لڑکا صفی الدین محمد ایک سال کی عمر میں فوت ہوگیا۔ اس سانحہ کا انھیں سخت صدمہ ہوا اور انھوں نے ایک درد انگیز مرثیہ لکھا۔ اس فرزند کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے صفی الدین کی مناسبت سے مولینا جامی نے علی کا تخلص صفی رکھ دیا۔ علاوہ بریں وہ لڑکا ۸۸۰ھ میں پیدا ہوا تھا اور اس کی تاریخ ولادت لفظ «فخر» سے نکلتی تھی۔ اس تاریخ کو بھی یادگار بنانے کے لیے انھوں نے علی کا لقب فخر الدین مقرر کیا اور وہ فخر الدین علی صفی کہلانے لگ گئے اور آج تک اسی مکمل نام سے مشہور ہیں۔ لقب اور تخلص کا عطا کرنا صرف اس بات کو ظاہر نہیں کرتا کہ علی مولینا جامی کے نور چشم تھے بلکہ اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ چودہ سال کی عمر میں جب کہ علی منزل شباب میں داخل ہورہے تھے، مولینا جامی کو ان کے چہرہ پر سے ذہانت اور سعادت کے آثار نظر آتے تھے۔

۱۔ ریاض العارفین

۲۔ علی صفی، رشحات عین الحیواۃ، ص ۱۶۳۔

آٹھ سال کی عمر میں جب علی صفی اپنے والد کے ساتھ نیشاپور سے ہرات پہنچتے ہیں تو اس شہر کی تاریخ کے وہ اڑتیس سال[1] شروع ہو چکے تھےجو بینظیر علمی اور ادبی کارناموں کی وجہ سے ہمیشہ مشہور رہیں گے - اور غالباً سسرال کی بجائے اسی سنہری دور کی رخشندگی ہی مولینا حسین واعظ کے لیے کشش کا سبب بنی اور وہ نیشاپور کو چھوڑ کر ہرات چلے آئے تھے - ابو الغازی سلطان حسین بن منصور نے ہرات کو تسخیر کرنے کے بعد ۱۰ رمضان ۸۷۲ھ کو وہاں اپنی رسم تاجپوشی[2] منائی اور پھر ۱۱ ذی الحج ۹۱۱ھ میں اس علم پرور سلطان کی وفات تک یہ شہر علم و فن کا ایک فقید المثال مرکز بنا رہا - سلطان حسین[3] مطالعہ[4] کتب کے بڑے شائق تھےاور خود شاعر اور مصنف ہونے کے علاوہ علماء اور اہل‌فن کی بڑی سرپرستی کیا کرتے تھے - نیز ان کے وزیر باتدبیر میر علی شیر نوائی بھی ایک عجوبہ روزگار انسان تھے - وہ ترکی زبان کے بلند پایہ شاعر اور کئی قابل قدر کتب کے مصنف ، علماء اور شعراء کے مربی اور بڑے مخیر انسان تھے - ان وجوہات کی بنا پر ہرات اہل کمال کا مرجع بن چکا تھا - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ ہر اس عہد علم و فن کی تربیت کے لیے وقف ہو چکا ہے -

یہ تھا ماحول جس میں مولینا علی صفی نے اپنا عہد طفولیت گزارا - ہر وقت ان کی نگاہوں کے سامنے جامی ایسے صوفی اور شاعر ، حسین کاشفی ایسے واعظ اور مفسر ، علی شیر نوائی ایسے عالم اور مصنف اور بہزاد ایسے باکمال مصور اور دیگر اہل فن موجود رہتے تھے - ظاہر ہے کہ ان کے دل و دماغ کی تربیت کے لیے بہترین اسباب مہیا تھے - خوش قسمتی سے ان کے استاد بھی بڑے پایہ کے لوگ تھے - ایک[4] تو عطاء اللہ الحسینی ہیں جو علم حدیث میں مہارت تامہ رکھتے تھے ، شیخ الاسلام کے عہدے پر فائز تھے اور ایک کتاب **روضۃ الاحباب** کے مصنف بھی ہیں - دوسرے[5] مولینا رضی الدین عبدالغفور ہیں جنھوں نے جامی کی **نفحات الانس** کا تکملہ لکھا تھا۔ علوم عقلی اور نقلی میں یگانہ[5] زمان تھے - جامی ایسے فاضل اپنی تصنیفات انھیں دکھایا کرتے تھے - ان کی اثابت رائے اور ثقاہت فکر کے قائل تھے اور ان کے علم و فضل کے بڑے مداح تھے - یہی وجہ ہے کہ ایسے اساتذہ کے سامنے زانوئے

۱- براؤن ، **ادبیات ایران بعہد مغولان** ، ترجمہ رہبر ، ص ۵۰۰ ،

۲- ایضاً

۳- ایضاً (ص ۶۲۳ الف ، ۶۴۸) ۱۱-۵-۷۰ ، **مجالس النفایس** ، مرتبہ علی اصغر حکمت ، ص ج ، دیباچہ **تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی** برائے احوال جامی ، علی شیر نوائی و سلطان حسین

۴- علی صفی ، **لطائف الطوائف** ، ص ۷

۵- علی صفی ، **رشحات عین الحیواۃ** ، ص ۱۶۱ ، ۱۶۳

تلمذ تہ کرنے کی وجہ سے علی صفی کا شمار[1] عہد شباب میں ہی علماء اور فضلاء میں ہونے لگ گیا اور یہ کوئی حیرت انگیز امر نہیں کیونکہ سلطان حسین کا زمانہ ہی ایسا تھا کہ بابر[2] کے قول کے مطابق جو شخص جس کام میں مشغول تھا ، اس میں اس کی ہمت اور غرض یہ تھی کہ اسے کمال تک پہنچائے ۔

لیکن ان دنوں محض درسی علوم کی تحصیل افراد ملت کی تربیت کے لیے کافی نہ سمجھی جاتی تھی ۔ مولینا جلال الدین رومی نے دو صدی پیشتر (وفات ۶۷۲ھ) علم ظاہر اور علم باطن کو علی الترتیب شیر اور مسکہ سے تشبیہ دے کر روحانیت کی طرف ایک عام میلان پیدا کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ علماء بھی جو طبعاً روحانیت کی طرف مائل نہیں تھے ، وقتاً فوقتاً اس کی کیفیات سے ضرور لذت اندوز ہوا کرتے تھے ۔ خود علی صفی کے والد ماجد مولینا حسین واعظ کاشفی اپنے تمام مشاغل کے اعتبار سے ایک صوفی نہیں کہلا سکتے لیکن انھوں نے بھی لب لباب[3] کے نام سے مثنوی مولینا روم کا خلاصہ تحریر کیا اور تصوف سے ان کی گاہے بگاہے کی دلچسپی کو دیکھ کر رضا قلی ہدایت انھیں قدوۃ العرفاء[4] کہتے ہیں ۔ اس لیے اس عہد میں جب ہم خراسان اور ماوراء النہر کے عام حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو تصوف ہمیں روح عصر کی حیثیت سے دکھائی دیتا ہے ۔ علی شیر نوائی[5] امیر کبیر تھے ۔ مگر ان کے متعلق براؤن کا یہ قول[6] بالکل صحیح ہے کہ اگر انھیں موقع ملتا تو بخوشی روحانی غور و فکر اور ادبی مشاغل کو ترجیح دے کر دنیوی جاہ و جلال سے دست بردار ہو جاتے اور جیسا کہ بابر نامہ میں درج[7] ہے، مولینا جامی جن کا نمونہ علی صفی نے ہر لحاظ سے قابل تقلید سمجھا ، علم ظاہر کے شیر سے باطن کا مسکہ حاصل کر چکے تھے ۔ اس لیے مولینا علی صفی نے بھی علم ظاہر کی تحصیل کے بعد فوراً علم باطن کی طرف توجہ شروع کر دی ۔ ان کے استاد مولینا رضی الدین عبدالغفور بھی نقشبندی سلسلہ کے صوفی تھے اور رشحات عین الحیواۃ کے مطالعہ سے پتہ[8] چلتا ہے کہ تصوف میں انھیں بڑی دستگاہ حاصل تھی ۔ استاد کے اس نمونہ سے بھی مولینا علی صفی کا میلان تصوف کی طرف زیادہ ہو گیا اور انھوں نے آئمہ تصوف کی تصنیفات کا بنظر غائر مطالعہ کیا۔ چنانچہ ایسے شواہد موجود ہیں جن سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ انھوں نے ابن عربی کی فصوص اور فتوحات مکیہ پر پوری طرح عبور حاصل[9] کیا تھا ۔

۱- رضا قلی ہدایت ، ریاض العارفین ، ص ۱۶۳

۲- توزک بابری ، بحوالۂ براؤن   ۳- بیل (Beale) ، ص ۱۶۶

۴- رضا قلی ہدایت ، ریاض العارفین ، ص ۱۶۴

۵- مجالس النفایس ، مرتبہ علی اصغر حکمت ، دیباچہ

۶- براؤن ، ادبیات ایران بعہد مغولان ، ترجمہ رہبر ، ص ۱۰

۷- بابر نامہ، ص ۳-۲۲۲   ۸- علی صفی، رشحات عین الحیواۃ، ص ۱۶۳

۹- ایضاً ، ص ۱۶۳ ، ۱۷۰ ، ۲۶۲

جب مولینا علی صفی[1] کی عمر بائیس سال تھی تو تکمیلِ تصوف کے لیے ان کے دل میں خواجہ عبید اللہ احرار (وفات ۸۹۵ھ) کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ پیدا ہوا - خواجۂ احرار کی عمر اس وقت ۸۳ سال تھی - تمام خراسان اور ترکستان میں ارباب تصوف میں سے اس وقت کوئی بزرگ ان کے ہم پایہ نہ تھا - ظہیرالدین[2] بابر اور خاندان تیموری کے دیگر ارکان کو ان سے بیعت کا شرف حاصل تھا - بابر نے ان کی تعریف میں ایک مثنوی بھی کہی ہے - خواجہ[3] احرار ان دلوں امراء اور سلاطین کی حالت کو سدھارنے کے لیے بیش از پیش توجہ صرف کیا کرتے تھے تاکہ وہ لوگ اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر ترویج شریعت اور تائید ملت کا سبب بنیں - چنانچہ بعد میں جب شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۰۳۴ھ) نے جلال الدین اکبر کے پھیلائے ہوئے الحاد کا قلع قمع کرنا چاہا تو ان کے سامنے خواجہ احرار کا یہی مبارک نمونہ تھا - ان سطور سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب بڑے بلند پایہ کے صاحب طریقت بزرگ تھے اور جب مولینا علی صفی نے ان کی خدمت میں اکتساب فیض کی خاطر حاضر ہونے کا ارادہ کیا تو وہ کافی معمر بھی ہو چکے تھے - اس لیے جب علی صفی نے اپنے حضرت مخدومی مولینا جامی سے حضرت خواجہ کی خدمت میں سمرقند جانے کے لیے اجازت طلب کی تو انھوں[4] نے فرمایا :

"تو خورد سالی و حضرت خواجہ بغایت کلانند و حالا بہ طالبان کمتر می پردازند - مبادا آنجا روی و زود ملول شوی"

خود مولینا جامی خواجۂ احرار کی خدمت میں چار بار[5] حاضر ہوئے تھے اور ان کی توجہات باطنی سے فیض یاب ہو چکے تھے - نفحات الانس میں مولینا جامی نے خواجۂ احرار کے حالات مبارک خاصی تفصیل[6] سے بیان کیے ہیں - اب ان کا نواسہ جو ہر طرح ان کے نقش قدم پر چلنے کے لیے سعی بلیغ کر رہا تھا ، اس یگانۂ روزگار مرد فقیر یعنی خواجۂ احرار قدس اللہ سرہ کی خدمت میں کیوں حاضر نہ ہوتا - اس لیے علی صفی کے اصرار کو دیکھ کر مولینا جامی نے انھیں اجازت دے دی - خواجۂ احرار کے ایک محبوب اور مقبول[7] خادم مولینا قاسم تھے - اور مولینا جامی کے ان کے

۱- رشحات عین الحیواۃ ، ص ۳۰
۲- گنجینۂ ادب ، ص ۱۶۳ ، ذیلی حاشیہ نمبر ۳
۳- رشحات عین الحیواۃ ، ص ۳۰ و مکتوبات شیخ احمد سرہندی ، مکتوب بخان اعظم میرزا عزیز کوکلتاش
۴- رشحات عین الحیواۃ ، ص ۳۰
۵- رشحات عین الحیواۃ ، ص ۱۴۱
۶- نفحات الانس ، ص ۲۶۱
۷- رشحات عین الحیواۃ ، ص ۳۲۹

ساتھ بڑے دوستانہ مراسم تھے ۔ اس لیے انھوں نے علی صفی کو نصیحت کی کہ مولینا قاسم کی خدمت میں بار بار حاضر ہونا وہ حسب موقع رہنمائی اور مدد سے دریغ نہ کریں گے ۔ اور پھر علی صفی کی درخواست پر مولینا قاسم کے نام سفارش کے طور پر مندرجہ ذیل رقعہ[1] بھی تحریر فرمایا :

''بعد از عرض نیازمندی و شکستگی معروض خدمت آنکہ مولوی مولینا فخر الدین علی کہ نسبت فقیران التفات خاطر بسیار دارد بہ آرزوی زمین بوسی ملازمان آستان ولایت آشیانہ توجہ نموده است ۔ شک نیست کہ بعین عنایت ملحوظ و بہ ادراک این امنیت محظوظ خواہد شد ۔ والسلام والاکرام ۔''

الفقیر عبدالرحمن جامی

یہ رقعہ ظاہر کرتا ہے کہ اگرچہ مولینا علی صفی کی عمر اس وقت صرف بائیس سال تھی لیکن ان کے علم و فضل ، حسن سیرت اور کمال عقیدت کی بنا پر مولینا جامی کے دل میں ان کا بڑا احترام تھا ۔ علاوہ ازیں علی صفی کا خواجہ احرار کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے مولینا جامی سے اجازت طلب کرنا اس امر کا ناقابل تردید ثبوت بہم پہنچاتا ہے کہ مولینا علی صفی اپنی روحانی تربیت کے لیے مولینا جامی کی ہدایت اور رہنمائی کو بے حد وقعت دیتے تھے ۔

بخارا کا یہ سفر مولینا فخر الدین علی کی زندگی میں ہر لحاظ سے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے ۔ اس لیے اس کی تفصیل بیان کرنا از بس ضروری ہے ۔ جب مولینا ہرات سے روانہ ہوکر چل دختران کے گاؤں میں پہنچے تو وہاں ان کی ملاقات[2] خواجہ محمد اکبر المعروف خواجۂ کلاں سے ہوئی ۔ خواجۂ کلاں بھی خواجہ احرار سے بیعت رکھتے تھے اور خدام اور متعلقین کے ساتھ بخارا جا رہے تھے ۔ ایک تو دونوں کی منزل مقصود ایک تھی ، دوسرے مولینا علی صفی کے خاندان سے ان کے دیرینہ اور گہرے روابط تھے ۔ مولینا عبدالرحمن جامی تصوف میں خواجۂ کلاں کے والد بزرگوار مولینا سعد الدین کاشغری[3] کے تربیت یافتہ تھے ۔ بعد میں مولینا سعد الدین ہرات میں مقیم ہوگئے تھے اور وہیں وفات پائی ۔ حالات طیبہ مولینا جامی نے نفحات الانس[4] میں بیان کیے ہیں ۔ علاوہ بریں مولینا جامی کا نکاح ثانی خواجۂ کلاں[5] کی ایک دختر بلند اختر سے ہوا تھا ۔ اس لیے خواجۂ کلاں مولینا علی صفی

۱- ایضاً ، ص ۱۳۲

۲- رشحات عین الحیواۃ ، ص ۱۳۲

۳- رشحات عین الحیواۃ ، ص ۱۳۷ و تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی ، ص ۳۳۳

۴- نفحات الانس ، ص ۲۶۰

۵- رشحات عین الحیواۃ، ص ۳۳۰-۳۳۱

سے مل کر بے حد خوش ہوئے اور فرمایا کہ اب ہمارے ساتھ مل کر قطع راہ کرو۔ خواجۂ کلاں نے از راہ کرم مولینا علی صفی کے سامان سفر اور متعلقین کو اپنے ساتھ شامل کر لیا اور سفر کے دوران میں بڑی شفقت و مرحمت اور عنایت سے پیش آتے رہے۔

خواجۂ کلاں بھی ارفع اور اعلیٰ شخصیت[1] کے انسان تھے۔ بڑے پاک طینت اور عبادت گزار بزرگ تھے۔ حافظ کلام اللہ ہونے کے علاوہ ماہر تفسیر بھی تھے۔ خواجۂ احرار نے انھیں نفی اثبات کے عمل کی تلقین کی تھی اس لیے وہ اپنے متبعین کو اسی عمل کی ہدایت کیا کرتے تھے۔ ایک تو کامل صوفی، دوسرے شفیق اور مہربان اور پھر اتحاد مقصد، اس لیے مولینا علی صفی کے دل میں خواجۂ کلاں سے نیازمندی اور خلوص کا جذبہ پیدا ہوگیا۔ اور اس جذبے کی وجہ سے جہاں مولینا علی صفی کے ذوق و شوق میں اضافہ ہوا وہاں قلبی طور پر دونوں ایک دوسرے کے قریب تر ہوگئے۔ اور یہ قدرتی امر تھا کہ سفر کے دوران میں انسان ایک عجیب انفعالی کیفیت میں سے گزر رہا ہوتا ہے اور پھر جب ہمسفر ایسی مقدس اور محبوب ہستی ہو تو اس سے اثر پذیر ہونا یقینی ہوا کرتا ہے۔

زائرین کا یہ قافلہ جب بخارا پہنچا تو معلوم ہوا کہ خواجہ عبیداللہ احرار ماوراء النہر کی جانب ولایت[2] قرشی میں تشریف فرما تھے۔ اس لیے خواجۂ کلاں اور مولینا علی صفی نے اپنا بیشتر سامان وہیں چھوڑا اور اپنے خادموں اور ہمراہیوں میں سے بھی اکثر کو وہیں ٹھہرا کر خود آگے روانہ ہوگئے اور نسف کے مقام پر جو جیجوں اور سمرقند کے درمیان ایک[3] بہت بڑا قصبہ ہے، خواجۂ احرار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ماہ ذیقعد ۸۸۹ھ کے آخری ایام تھے۔ مولینا علی صفی کو خواجۂ احرار کی جلوت و خلوت میں حاضری کے کئی مواقع ملے۔ انھوں نے حضرت خواجہ کے طیب ملفوظات بڑی توجہ سے سنے اور ذہن میں محفوظ کر لیے۔ ان کی بلند و برتر شخصیت کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ مولینا علی صفی کی زندگی یکسر تبدیل ہوگئی۔

علاوہ بریں مولینا قاسم کے نام مولینا جامی کا سفارشی رقعہ بھی بڑا مفید

۱۔ رشحات عین الحیواۃ، ص ۳-۱۳۲
۲۔ ایضاً، ص ۱۳۲
۳۔ معجم البلدان، جلد ہشتم، ص ۲۸۶
۴۔ رشحات عین الیحواۃ، ص ۲۷۲

ثابت ہوا ۔ رقعہ ملا تو مولینا قاسم نے اسے[1] بوسہ دیا ۔ کھڑے ہوگئے ، رقعہ احتراماً سر پر رکھ لیا اور جب تک مولینا علی صفی وہاں رہے بحسب ظاہر و باطن بڑی التفات کا اظہار فرماتے رہے ۔ خواجۂ احرار سے استفادہ اور استفاضہ کے سلسلہ میں فرمایا :

''مرا علمی و ہنری نیست کہ ترا مسئلۂ چیزی بیاموزم لیکن چون سپارش حضرت مخدومی مولینا نور الدین عبدالرحمن آوردہ و جوانی نیازمندی ، ترا چیزی دہم و چیزی گویم از حضرت ایشان کہ دیگری را نہ گفتہ ام ۔ باید کہ این را دانی کہ حضرت ایشان مشرف اند بر جمیع احوال خلائق و مطلع الد بر ضمائر و حقائق ۔ چون دانستی کہ حال برین منوال است پس باید کہ ہمیشہ در وقت حضور بحضرت ایشان حاضر باشی و در حالت غیبت بدل بحضرت ایشان ناظر ۔ از نسبت حضرت ایشان کسی بہرہ می باید کہ بآنحضرت طریق رابطہ ورزد'' ۔

قلبی اور روحانی رابطہ کا یہ وہ راز تھا جس کے سمجھے بغیر کوئی طالب کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتا ۔ مولینا صفی اس سے آگاہ ہوکر دل و جان سے خواجۂ احرار کی طرف متوجہ ہوگئے اور باطنی فیوضات سے حصۂ وافر پایا ۔ خواجۂ احرار نے جب خواجۂ کلاں کو خراسان مراجعت کی اجازت دی تو مولینا کو بھی فرمایا کہ اپنے والدین کے پاس واپس ہرات چلے جائیں ۔ اس ملاقات کے چار سال بعد مولینا علی صفی[2] دوبارہ دو شنبہ ۲۰ ماہ ربیع الآخر ۸۹۳ھ کو خواجۂ احرار کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر اس کے بعد چونکہ خواجۂ احرار جلد وفات پا گئے اس لیے یہ سلسلہ منقطع ہوگیا ۔

اگرچہ مولینا علی صفی کا ابھی عالم شباب تھا مگر تحصیل علم اور تربیت نفس کے جو ضروری مراحل تھے انھوں نے بحسن و خوبی طے کر لیے تھے ۔ اپنے والد بزرگوار اور دیگر اساتذہ سے علوم ظاہری یعنی فقہ ، حدیث ، تفسیر ، منطق ، کلام اور ادب کی تکمیل کر لی تھی اور آئمۂ تصوف کی محض تصنیفات کا ہی مطالعہ نہیں کیا تھا بلکہ باقاعدہ طور پر تصوف کے اعمال اور ضروری اوراد وظائف کی پابندی کرنے کے بعد ایک مرشد کامل کی توجہ سے مرتبۂ وصول پر بھی فائز ہو چکے تھے ۔ شریعت جو کچھ چاہتی ہے اور طریقت کا جو مقصود ہے ، مولینا صفی خدا کے فضل سے عین عالم جوانی میں اس کا کامل مظہر بن چکے تھے ۔ تعلیم و تربیت کے لیے جس موزوں اور مناسب ماحول اور پر امن زمانہ کی ضرورت ہوتی ہے وہ مولینا

۱۔ رشحات عین الحیواۃ ، ص ۳۳۰ ، ۳۳۱

۲۔ ایضاً ، ص ۳۶۰

کو میسر ہوا تھا اور اس سے انھوں نے پوری مستعدی اور محنت سے فائدہ اٹھایا۔ جذب فیض کے لحاظ سے ان کی اپنی صفات کو دیکھ کر خواجہ احرار نے بہت جلد انھیں ارشاد اور تلقین کی اجازت عطا فرما دی تھی۔ پیشتر ازیں کہا جا چکا ہے کہ میر نظام الدین علی شیر نوائی نے اپنا تذکرہ مجالس النفایس ۸۹۶ میں لکھا۔[1] اس وقت مولینا فخر الدین علی کی عمر انتیس (۲۹) سال تھی۔ ان کے متعلق[2] میر صاحب لکھتے ہیں:

''مولینا صفی پسر مولینا حسین واعظ است و بغایت جوانی درویش وش و دردمند و فانی صفت است و دوبار بجہت شرف صحبت خواجہ عبیداللہ از ہرات بدار الفتح سمرقند رفت'' گویند آنجا بشرف قبول ممتاز و بہ سعادت ارشاد و تلقین سرفراز گشتہ بخراسان آمد۔

غایت شباب میں فقر کی صفات سے پوری طرح متصف ہو جانا بڑا قابل قدر کارنامہ ہے اور اس ضمن میں میر علی شیر نوائی ایسے حقیقت رس اور بلند پایہ معاصر سے بہتر اور کس کا بیان قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ رضا قلی ہدایت اسی بنا پر مولینا علی صفی کے متعلق[3] لکھتے ہیں «کہ از عرفاء بودہ»۔ ان کے علم و فضل اور فقر سے متاثر ہو کر خواجہ کلاں نے ۹۰۴ھ میں انھیں اپنی فرزندی کا فخر[4] بخشا یعنی اپنی لڑکی کی ان سے شادی کر دی۔ یہ واقعہ بخارا کی ہمسفری سے پورے پندرہ سال بعد ہوا۔ مولینا جامی[5] ۱۸ محرم ۸۹۸ھ کو وفات پا چکے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مولینا علی صفی کی ذاتی شخصیت اب اس قدر بلند ہو چکی تھی کہ اکابر ان کے ساتھ بخوشی رشتہ قائم کرتے تھے۔

یہ مولینا کی زندگی کا بڑا پرسکون دور تھا۔ ان کے دل میں جو امنگیں اور آرزوئیں تھیں وہ سب کی سب پوری ہو چکی تھیں۔ ان کا قلب پوری طرح مطمئن تھا۔ ان کے خارجی حالات میں کوئی ایسا ہنگامہ رو پذیر نہ ہوا جس کی وجہ سے انھیں جد و جہد، ذہنی کشمکش یا مصیبت میں مبتلا ہونا پڑتا۔ وہ اپنا وقت ارشاد و تلقین اور تألیف و تصنیف میں گزارتے تھے۔ ۹۰۸ھ میں انھوں نے نقشبندی بزرگوں اور بالخصوص خواجہ احرار کے حالات پر مشتمل اپنی مشہور کتاب رشحات عین الحیواۃ مکمل کی[6]۔ کبھی[7] کبھی شعر بھی کہہ لیا کرتے تھے۔

۱۔ مجالس النفایس، مرتب علی اصغر حکمت، ص «د» دیباچہ و ادبیات ایران بعہد مغولان، ص ۶۲۰

۲۔ مجالس النفایس، ص ۹۸

۳۔ رضا قلی ہدایت، ریاض العارفین

۴۔ رشحات عین الحیواۃ، ص ۲۳۲

۵۔ ادبیات ایران بعہد مغولان، ص ۱۱۷

۶۔ ایتھے، بسلسلۂ مخطوطہ نمبر ۶۳۲ و ریو، ص ۳۵۳-۴ و سپرنگر، ص ۸۰۔ جلد اول

۷۔ رضا قلی ہدایت، ریاض العارفین

علی شیر نوائی ان کی خوبی طبع[1] کے قائل ہیں اور اس کی تائید میں ان کا مندرجہ ذیل مطلع پیش کرتے ہیں :

با لب لعل خط غالیہ‌گون آمده‌ای　　عجب آراستہ از خانہ برون‌آمده‌ای

اسی طرح رضا قلی ہدایت تیمناً و تبرکاً ان کی مندرجہ ذیل رباعی[2] تحریر کرتے ہیں :

ای ماندہ ز بحرعلم بر ساحل غین　　در بحرفراغت است و برساحل شین
بردار صفی نظر ز موج کولین　　آگاہ ز بحر باش بین النفسین

چارلس[3] ریو نے بھی مولینا علی صفی کی ایک رباعی درج کی ہے جو مولینا نے اپنے والد مولینا حسین واعظ کاشفی کی تفسیر مواہب علیہ کے مکمل ہونے پر بطور تاریخ لکھی تھی -

با خامہ کہ این نامۂ اقبال نوشت　　و انجام سخن با یمن الفال نوشت
گفتم مہ و روز و سال تاریخ نویس　　فی الحال دوم ز شہر شوال نوشت

دوم ز شہر شوال سے ۸۹۹ھ تاریخ نکلتی ہے - اسی رباعی سے ضمناً یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ مولینا علی صفی جہاں مولینا جامی کے تصوف کے قائل تھے وہاں اپنے والد کی علم تفسیر میں مہارت کے بھی مداح تھے -

مولینا علی صفی نے ایک مثنوی محمود و ایاز[4] بھی لکھی تھی جو جامی کی لیلیٰ و مجنوں کے وزن[5] مفعول مفاعلن فعولن میں تھی مگر وہ ان کے مجموعۂ غزلیات و رباعیات کی طرح نایاب ہے - جیسا کہ رضا قلی ہدایت لکھتے ہیں - مولینا علی صفی شعر و شاعری کی طرف بہت کم توجہ دیا کرتے تھے - معلوم ہوتا ہے وہ اپنے اس قول پر عامل تھے کہ[6] ''تکلم با شغل باطنی جمع نمی شود'' اور غالباً اسی بنا پر انھوں نے اپنے اشعار کو محفوظ رکھنے کی کوشش بھی نہ کی - **رشحات عین الحیواۃ** کے خاتمہ پر مولینا کا خواجگان نقشبندیہ کی تعریف میں ایک قصیدہ بھی پایا جاتا ہے اور ان کا ایک اور مختصر سا قصیدہ ان کی دوسری تصنیف **لطائف الطوایف** کے آغاز میں موجود ہے جو انھوں نے محمد سلطان والی غرجستان کا

۱- علی شیر نوائی ، **مجالس النفایس** ، ص ۹۸
۲- رضا قلی ہدایت ، **ریاض العارفین**
۳- ریو ، ص ۱۰ ب
۴- ریو ، ص ۳۵۳ و سپرنگر ، ص ۸۳ - جلد اول ، ص ۴۵۰
۵- سپرنگر ، جلد اول ، ص ۱-۴۵۰
۶- **رشحات عین الحیواۃ** ، ص ۱۶۵

شکریہ ادا کرنے کے لیے لکھا تھا۔ اپنے اس قصیدے کو مولینا در ثمین سے تشبیہ[1] دیتے ہیں ۔ ان تمام اشعار کو سامنے رکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ مولینا اوسط درجہ کے اچھے سخنگو تھے ۔

۹۱۰ھ میں مولینا حسین واعظ کاشفی وفات[2] پا گئے ۔ علم و فضل ، زھد و اتقاء اور فقر و تصوف کی بنا پر مولینا علی صفی سے بہتر ان کا کوئی اور جانشین نہ ہو سکتا تھا ۔ اور پھر یہ ان کے بیٹے بھی تھے، اس لیے انہیں ہرات کا واعظ[3] مقرر کر دیا گیا ۔ اس وقت سے لے کر ۹۳۷ھ تک پورے ستائیس سال وہ ہرات میں واعظ کے فرائض ادا کرتے رہے ۔ ان سے پہلے ان کے والد چونتیس سال تک ان فرائض کو سر انجام دیتے رہے تھے ۔ دونوں کا عرصہ تقریباً برابر ہو جاتا ہے ۔ اس لیے اس قدر طویل عرصہ تک وعظ گوئی کی بنا پر یہ بھی اپنے والد ماجد کی طرح علی واعظ کے نام پر مشہور[4] ہو گئے ۔

مولینا فخر الدین علی صفی کی زندگی کا آخری کوئی ڈیڑھ سال کا عرصہ بڑا مصائب اور تکالیف میں گزرا ۔ اس کی وجہ وہ ہنگامہ[5] کارزار تھا جو شیعہ سنی کشمکش کی وجہ سے صفوی حکمرانوں اور اوزبکوں اور سلطان روم کے درمیان گرم ہو چکا تھا ۔ ادھر شیعہ لوگوں کو ترکی میں بے دریغ تہ تیغ کیا جاتا تھا تو ادھر سنیوں کو صفوی حکمران بے تأمل لقمہ[5] تیغ انتقام بناتے تھے ۔ دارالسرور ہرات تو ان منتقمانہ جذبات کا بری طرح تختہ[5] مشق بن گیا ۔ ۹۱۶ھ میں شاہ اسمٰعیل صفوی نے شیخ الاسلام ہرات مولینا فرید الدین احمد تفتازانی کو محض اس بنا پر شہید[6] کرا دیا تھا کہ وہ پکے حنفی العقیدہ تھے ۔ اسی طرح جب ازبک لوگوں کو ۹۳۵ھ میں ہرات پر فتح حاصل ہوئی تو شاعر ہلالی کا سر اس لیے قلم کر دیا گیا کہ وہ مائل بہ تشیع تھے ۔

معلوم ہوتا ہے کہ جب شاہ اسمٰعیل صفوی کے فرزند اکبر شاہ طہماسپ جو ہند و پاک تاریخ میں شہنشاہ ہمایوں کے محسن کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں ،

۱- لطائف الطوائف ، ص ۱

۲- سپرنگر ، جلد اول ، ص ۴۷ - بیل (Beale) ، ص ۱۶۶ - ریو ، ص ۳۵۳

۳- بیل (Beale) ، ص ۵۸ - ریو ، ص ۳۵۲ - ب

۴- بیل (Beale) ، ص ۵۸

۵- براؤن جلد چہارم ، ص ۶۹ ، ۸۷ ، ۹۴

۶- براؤن جلد چہارم ، ص ۶۳ ، ۶۹ ، ۹۴

۹۳۷ھ میں ہرات[1] پر قابض ہوئے تو انھوں نے اپنے والد کی طرح وہاں تشیع کی اشاعت کرنا چاہی اور اس طرح مولینا فخرالدین علی صفی بھی رنج و بلا میں گرفتار ہوگئے ۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے مولینا کا وطن اصلی سبزوار تھا جو شیعوں[2] کی آبادی تھی ، اسی بنا پر ان کے والد حسین واعظ کاشفی کے مذہب کے متعلق بھی لوگوں کا یہی خیال ہے ۔ علاوہ بریں ان کی تصنیف **روضۃ الشہداء** جو مصائب[3] آئمہ کے ذکر میں ہے ، ایران میں اس قدر مقبول ہے کہ روضہ خوانی کی اصطلاح اسی کی وجہ سے وضع ہوئی ۔ ان وجوہات کی بنا پر حسین واعظ کاشفی کے مذہب کا ذکر کرتے ہوئے علی شیر نوائی لکھتے[4] ہیں کہ سبزواری ہیں، ان کے رفض سے عاری ہیں گو تہمت سے بری نہیں ۔ اسی طرح جو حب اہلبیت کرام حسین واعظ کاشفی کے دل میں موجود تھی اور جس نے ان سے **روضۃ الشہداء** کی تصنیف تحریر کرائی وہ مولینا علی صفی کے دل میں بھی نظر آتی ہے ۔ **لطائف الطوائف** کے آغاز میں اپنے ممدوح شاہ محمد سلطان کے حق میں وہ ان الفاظ میں دعا کرتے ہیں :

بسر شاہ ولایت علی عالی اعلی	بحق آل محمد بنور عترت احمد
بزرگوار خدایا بحق جملہ اماماں	کہ بادحضرت سلطان بآن برادر ارشد
بداد و عدل مکرم بعلم و شرف مشرف	ز ملک و مال ممتع بعز و جاہ مؤید

اسی کتاب **لطائف الطوایف** کے پہلے دو باب بھی اس محبت کو آشکارا کرتے ہیں ۔ اس کے باوجود چونکہ وہ حنفی العقیدہ تھے ، شاہ طہماسپ نے انھیں ہرات کے قید خانہ میں ڈلوا دیا ۔ جس میں وہ پورا ایک سال[5] رہے اور پھر اس کے بعد حدود ہرات میں انھیں انواع ریاضات اور اصناف بلیات کا سامنا کرنا پڑا ۔ اس تحول روزگار اور تقلب لیل و نہار کی وجہ سے انجام کار وہ ۹۳۹ھ میں غرجستان میں پہنچے ۔ یہ علاقہ ہرات کے مشرق میں واقع ہے ۔ اس جگہ کے والی[6] شاہ محمد

۱- براؤن، جلد چہارم ، ص ۸۷

۲- معجم البلدان ، جلد دوم ، ص ۳۴۶

۳- دکتر عیسی صدیق، سیر فرہنگ ، ص - ۹۷

۴- لطائف الطوایف ، ص ۲

۵- لطائف الطوایف ، ص ۱ -

۶- معجم البلدان ، جلد ششم ، ص ۷۷

سلطان اور ان کے برادر ارشد ابو المحمد نے مولینا کی بڑی[1] عزت و تکریم کی۔ مولینا نے ان کی ملازمت اختیار کر لی اور ان کی صحبت و خدمت میں انھیں بڑا لطف آیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ان امرائے کی وجہ سے میری عزت میں دہ چند اضافہ ہوگیا۔ اس لیے ان کے لطف طبع کے لیے انھوں نے لطائف و ظرائف کا ایک مجموعہ تیار کیا جس کا نام انھوں نے **لطائف الطوائف** رکھا۔ لیکن مولینا کی زندگی اب اب ختم ہو چکی تھی اور وہ اسی سال یعنی ۹۳۹ھ میں ۲۷ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔[2]

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ مولینا نے تین کتابیں تصنیف کیں۔ **رشحات عین الحیواۃ**، **لطائف الطوائف** اور **محمود و ایاز**۔ آخرالذکر ناپید ہے۔ لیکن اپنی تصنیف **لطائف الطوائف** میں مولینا علی صفی اس مثنوی کا[3] ذکر کرتے ہیں۔ سلطان محمود غزنوی کا وہ واقعہ بیان کر کے جو ایاز کی زلفوں کے ترشوانے کے متعلق مشہور ہے اور جس موقع پر سلطان محمود کو متأسف اور متحیر دیکھ کر عنصری نے یہ رباعی فی البدیہہ کہی تھی:

امروز کہ زلف یار در کاستن است — چہ جای بغم نشستن و خواستن است
هنگام نشاط و وقت می خواستن است — کاراستن سرو ز پیراستن است

مولینا علی صفی تحریر کرتے ہیں:

"این قصہ بہ تفصیل در کتاب **محمود و ایاز** بسلک نظم در آمدہ، من ارادالوقوف علیها فلیرجع الیها۔

اس تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ مثنوی بڑی پرلطف تھی اور **لطائف الطوائف** کی تصنیف کے وقت محفوظ تھی اور اس سے پہلے لکھی گئی تھی۔

اب ہم **رشحات** اور **لطائف** کے متعلق ضروری معلومات بہم پہنچا کر اپنا بیان ختم کرتے ہیں۔

رشحات عین الحیواۃ۔[4] مصنف جب ذیقعد ۸۸۹ھ اور اس کے بعد ربیع الثانی ۸۹۳ھ میں خواجہ احرار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خواجہ صاحب کی صحبتوں میں شریک ہو کر آپ کی زبانی نقشبندی سلسلہ کے بزرگوں کی خوبیاں سنیں تو ان کے دل میں اس کتاب کے تصنیف کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ ہر صحبت کے بعد وہ حضرت خواجہ کے ملفوظات نہایت احتیاط کے ساتھ قلمبند کر لیا کرتے تھے۔ بعد میں اپنی ان معلومات میں اضافہ انھوں نے اس سلسلہ کے دیگر تذکروں کے

۱۔ لطائف الطوائف، ص ۴

۲۔ بیل (Beale)، ص ۵۹ - ریو، ص ۳۵۳ ب

۳۔

۴۔ رشحات عین الحیواۃ - ریو، ص ۴ - ۳۵۳ - ایتھے، مخطوطہ نمبر ۶۳۳ - سپرنگر، ص ۸۰، ۸۳

مطالعہ سے بھی کیا اور اس طرح ۹۰۹ھ میں یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ لفظ رشحات سے اس کی تاریخ تصنیف نکلتی ہے۔ کتاب کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے:

الحمد لمن رش رشحات الحقایق و الحکم علی قلوب العارفین بفیضہ الاقدس والصلوۃ علی المظہر الاتم۔

کتاب ایک مقالہ، تین مقاصد اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقالہ میں ابتدائی زمانہ سے لے کر اپنے عہد تک کے تمام خواجگان نقشبندیہ کے حالات خاصی تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ معاصر نقشبندی مشائخ کا ذکر کرتے ہوئے مولینا علی صفی نے مولینا جامی، اپنے استاد مولینا رضی الدین عبدالغفور، مولینا سعد الدین کاشغری اور ان کے فرزند خواجہ کلاں کے حالات بھی لکھے ہیں۔ پہلے مقصد میں خواجہ احرار کے آباء و اجداد اور اقرباء کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت خواجہ احرار کی تاریخ ولادت دی گئی ہے۔ ان کے ایام جوانی کے حالات اور ان کے شمائل و اخلاق و اطوار بیان کیے گئے ہیں اور ماوراءالنہر اور خراسان میں مشائخ زمان سے ان کی ملاقاتوں کا حال درج ہے۔ دوسرا مقصد ان حقائق و معارف، دقائق و لطائف اور حکایات و امثال کو بیان کرتا ہے جو مصنف نے حضرت خواجہ کی زبان مبارک سے خود سنے۔ تیسرے مقصد میں آپ کے خوارق عادات کا ذکر ہے اور خاتمہ آپ کی تاریخ وفات اور کیفیت انتقال و ارتحال پر مشتمل ہے۔ انجام پر مصنف کا لکھا ہوا مشائخ نقشبندیہ کی تعریف میں ایک قصیدہ موجود ہے جس کا پہلا مصرع یہ ہے:

نقشبندیہ عجب طائفۂ پرکار اند

یہ مصرع مولینا جامی کے اس مصرع:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالاراند

کی صدائے بازگشت ہے۔ جس سے کہ انھوں نے نفحات الانس میں خواجہ احرار کے حالات درج کرنے کے بعد نقشبندی بزرگوں کی منظوم تعریف شروع کی ہے۔[1] نفحات ۸۸۱ھ میں لکھی[2] گئی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رشحات کی تصنیف کے وقت نفحات مصنف کے زیر نظر تھی۔

رشحات کے قلمی نسخے انڈیا آفس لائبریری اور برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔ انڈیا آفس لائبریری کا نسخہ ۹۸۳ھ کا ہے۔ اس لحاظ سے پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو سبقت حاصل ہے جس میں رشحات کے چھ مخطوطے موجود ہیں اور ایک تو

۱۔ نفحات الانس، ص ۲٦٦
۲۔ ادبیات ایران بعہد مغولان، ص ٦١٦

۸۷۸ھ کا ہے - **رشحات** مطبع نولکشور لکھنئو میں ۱۳۰۸ھ میں طبع ہو چکی ہے - ۳۶۴ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے - ان میں سے ابتدائی ۲۰۷ صفحے مقالہ اور پہلے مقصد پر مشتمل ہیں اور باقی ۱۵۷ صفحے خواجہؒ احرار کے حالات سے متعلق ہیں - علاوہ بریں **رشحات** کا ترجمہ ترکی زبان[1] میں بھی ہو چکا ہے جو قسطنطنیہ میں ۱۲۳۶ھ میں طبع ہوا تھا - اس کتاب کا نام **رشحات** اس لیے رکھا گیا تھا کہ جاں نواز ترشح کی طرح وقتاً وقتاً جو روح پرور ملفوظات حضرت خواجہؒ احرار کی زبان مبارک سے برآمد ہوئے تھے، وہ اس کا حقیقی موضوع ہیں -

رشحات عین الحیواۃ ایک تذکرہ کے اعتبار سے اور تصوف کے رموز و نکات کے بیان کے لحاظ سے بڑی بلندی پایہ تصنیف ہے اور اسے تصوف کی ان چند کتابوں میں شمار کیا جاتا ہے جن کا مطالعہ اسلامی تصوف سے آگاہ ہونے کے لیے ازبس ضروری ہے - اسی بنا پر یہ کتاب خود بھی بڑی شہرت رکھتی ہے اور اپنے ساتھ اپنے مصنف کو بھی حیات دوام عطا کر گئی ہے - اس کا انداز بیان سادہ اور ان تکلفات سے پاک ہے جو حسین واعظ کاشفی کے ہاں دکھائی دیتے ہیں - اس تصنیف سے مصنف کے علم و فضل، ان کی نکتہ رسی، اور ان کے فقر کا بخوبی علم ہو جاتا ہے -

لطائف الطوائف - اسے لطائف[2] الظرائف بھی کہتے ہیں - جیسا کہ سطور بالا میں ذکر کیا جا چکا ہے، یہ کتاب کہانیوں اور لطیفوں کا مجموعہ ہے جو مصنف نے ۹۳۹ھ میں اپنے محسن شاہ محمد سلطان والی غرجستان کے لیے تیار کیا تھا - کتاب کے آغاز میں مصنف کا نام علی ابن حسین الواعظ الکاشفی المشتہر بالصفی درج ہے - یہ لطائف مولینا نے اس سے پہلے جمع کیے ہوئے تھے - غرجستان میں انہوں نے صرف انہیں مرتب کر دیا تا کہ سلطان محمد جب امورات انتظامی اور مہمات ملکی کو سر انجام دینے کے بعد تھک جائیں تو ان کے مطالعہ سے طبیعت کو محظوظ کر سکیں - مصنف لکھتے[3] ہیں :

> ''در عاطر فاطر مرتسم گشت کہ برائے بزم روح افزائے ایشان نوائی نیاز از لطافت ارباب راز کہ قبل ازان جمع کردہ بود بسازد . . . تابعد از فراغ از انتظام امور طوائف انام . . . بآن لطائف و نکات و ظرافت و حکایات کلفت زدای اقبال نمایند -''

۱- ریو، ص ۳۵۴

۲- بیل (Beale)، ص ۴۵ - ریو، ص ۷۵۷ ب - ایتھے، مخطوطہ نمبر ۷۷۸ **لطائف الطوائف** مطبوعہ بمبئی - ڈکتر محمد باقر - خزینہؒ ادب، ص ؟

۳- لطائف الطوائف - مطبوعہ بمبئی، ص ۱۱۰ تا ۱۱۵ -

کتاب کے چودہ ابواب ہیں ۔ ہر باب میں علیحدہ طبقہ کے لوگوں کے لطائف اور ظرائف بیان کیے گئے ہیں ۔ کسی طبقہ کو نظر انداز نہیں کیا گیا ۔ رسول اکرم، آئمہ، ملوک و حکام، امراء و وزراء، مشائخ و علماء، شعراء و حکماء اور ان کے علاوہ بخلیوں، پر خوروں، چوروں، دیوانوں الغرض ہر طبقہ کے لوگوں کے لطائف موجود ہیں ۔ کتاب کا باب لمہم عارف جام یعنی مولینا جامی کے لطائف کے لیے مخصوص کیا گیا ہے ۔ انداز بیان موضوع کے مطابق بڑا شگفتہ ہے اور عام فہم ۔ فی الحقیقت بڑی دلچسپ کتاب ہے اور ادب فارسی کا ایک قیمتی مجموعہ ہے ۔ اس میں بعض معاصرین مثلاً عارف جام کے لطائف بھی موجود ہیں ۔ علاوہ ازیں تذکرہ نویسی کے نقطۂ نگاہ سے یہ کتاب ایک قیمتی مأخذ کی حیثیت رکھتی ہے ۔

لطائف الطوائف کے قلمی نسخے برٹش میوزیم، انڈیا آفس لائبریری، پبلک لائبریری لاہور اور پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہیں ۔ برٹش میوزیم کا مخطوطہ ۱۰۸۷ھ کا ہے ۔ مگر ان سب کی نسبت پنجاب یونیورسٹی لائبریری کا نسخہ زیادہ قیمتی ہے ۔ یہ ۱۰۸۱ھ کا ہے ۔ اس کے کاتب رحمت اللہ بن حاجی محمد بھٹہ ہیں جنھوں نے پندرہ سال کی عمر میں اورنگ زیب عالمگیر کی سلطنت کے تیرھویں سال بروز سہ شنبہ ۲۵ ذیقعد ۱۰۸۱ھ بوقت عصر کتاب کو مکمل کیا تھا اور بعد میں اسے کسی شخص محمد صالح نوشہری نے ۲۱ جمادی الثانی ۱۱۷۲ھ کو شاہ درانی کے ھنگامہ کے موقع پر خریدا تھا ۔ یہ نسخہ ہر طرح سے مکمل ہے اور ۱۲۵ صفحات پر پھیلا ہوا ہے ۱۳۱۱ھ میں **لطائف الطوائف** مطبع دتیر ساد بمبئی میں طبع ہوئی تھی ۔ اس کا ایک موزوں انتخاب ڈاکٹر محمد باقر ایم ۔ اے، پی ایچ ڈی (لنڈن) نے خزینۂ ادب میں بھی درج فرمایا تھا ۔